زبان کا تو خاص اہتمام ہوتا ہی ہے، اوزان اور قافیہ و ردیف کے لحاظ سے بھی ان کے تجربات بڑی قادرالکلامی کا ثبوت دیتے ہیں۔

ان نظموں میں شعریت پوری شان سے موجود ہے، لیکن شاید بہتر یہ ہوتا کہ ان کے کسی موقر مجموعے میں یہ نعتیہ نظمیں چھپتیں، ایک پمفلٹ زیادہ دیر تک اپنے لیے جگہ نہیں بنا سکتا۔

مسلمانوں کی جدوجہد آزادی از ڈاکٹر معین الدین عقیل - ناشر: مکتبہ تعمیر انسانیت، اردو بازار، لاہور - صفحات: پونے دو سو سے زائد - قیمت: ۲۷/- روپے

ہمارے فاضل دوست ڈاکٹر معین الدین عقیل صاحبِ مطالعہ و تحقیق ہیں۔ اسی وجہ سے ان کی لکھی ہوئی ہر چیز دامنِ دل کھینچتی ہے۔ اُن کی یہ تازہ کتاب سامنے آئی تو بڑی خوشی ہوئی۔ یہ کتاب اُس موضوع سے تعلق رکھتی ہے جس پر پچھلے کچھ ہی عرصے میں متعدد کتابیں آچکی ہیں جن میں سے بعض بہت اچھی ہیں۔ یعنی پاکستان اور تحریکِ پاکستان سے متعلق۔

یہ کتاب ایک باقاعدہ تحقیقی کام کے طور پر نہیں لکھی گئی بلکہ ریڈیائی تقاریر کا مجموعہ ہے جو اس موضوع پر ریڈیو کراچی نے اُن سے لکھوائیں۔

اس کتاب کو پڑھ کر مجھے سخت صدمہ ہوا کہ کیا کوئی صاحبِ علم و انصاف آدمی ضمیر زندہ ہوتے یہ گوارا کر سکتا ہے کہ وہ تاریخ بیان کرے تو اس کا کوئی باب بالکل القط کر دے یا کسی شخصیت یا تحریک کو سرے سے غائب کر دے۔ تاریخی مسخ و تحریف کا یہ عمل بڑے پیمانے پر برصغیر میں یوں ہوا کہ انگریزی دور میں تحریکِ مجاہدین کے تذکرے کو تاریخ سے خارج کر دیا گیا۔ پھر ہم نے مسلم لیگ اور پاکستان کے ایک اور مورخ کا کارنامہ دیکھا کہ انہوں نے سارے واقعات میں سے مولانا مودودی اور جماعتِ اسلامی کو یکسر خارج کر دیا ہے۔ اب اس نیکی کو ڈاکٹر معین الدین عقیل نے دہرا دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہمارے دانشوروں اور اربابِ علم و تحقیق میں اتنی بھاری غیر ذمہ داری کیسے پیدا ہو گئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا عذر یہ ہے کہ ریڈیو والوں کی طرف سے تحدید کی گئی تھی، اس پر سوال یہ ہے کہ ایسی تحدید کو قبول کیوں کیا جائے؟ کیا چند پیسوں کے لیے اور شہرت کے لیے؟ اور اگر یہ غلطی ہو ہی گئی تھی تو اس کی تلافی یوں بھی ہو سکتی تھی کہ تقاریر کو کتابی شکل میں مرتب

کرتے ہوئے ان میں مناسب اضافے کیے جاتے، نوٹ لکھے جاتے یا کم سے کم ایک ایسا مبسوط مقدمہ کتاب کے شروع میں لگا دیا جاتا جس میں کتاب کے گم گشتہ باب کو بیان کر دیا جاتا۔

مجھے کبھی گمان بھی نہیں ہوا تھا کہ ڈاکٹر معین الدین عقیل جیسا صاف دل نوجوان ان دانشوروں کی سطح پر بھی جا سکتا ہے جو عمومی طور پر اسلامی دائرہ ہائے فکر سے تعلق رکھتے ہیں، مگر اس تعلق کو بہت بچ بچا کے جاری رکھتے ہیں کہ کسی دوسری جانب کے اجارہ دارانِ علم و ادب انہیں معقول آدمی سمجھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ صاحبِ احساس آدمی ہیں اور اشاعتِ آئندہ میں اس کوتاہی کی تلافی پر زور طریقے سے کر دیں گے۔

انہوں نے علماء کا تذکرہ کیا، ادیبوں اور شاعروں کا تذکرہ کیا، سیاسی لیڈروں کا تذکرہ کیا، صحافیوں، خواتین، طلبہ کا تحریکِ پاکستان میں حصہ بیان کیا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ انہیں مولانا مودودیؒ کی جگہ کسی صف میں دکھائی نہ دی۔ اردو کے اثر کو انہوں نے بیان کیا۔ اگر صرف لسانی لحاظ سے دیکھا جائے تو مولانا کا کیا ہوا کام بہت بڑا ہے۔ پاکستان کے لیے انہوں نے مسئلہ قومیت پہ جو لکھا ہے آج کوئی محقق یہ دکھائے کہ اس سے بہتر کوئی علمی اور مؤثر کام کسی اور نے کیا تھا۔

ایسی کتابوں کو دیکھ کر ہماری گردنیں اُن مستشرقین اور غیر ملکیوں کے سامنے جھکی رہ جاتی ہیں، جنہوں نے اپنی کتابوں میں پاکستان اور اس کی مذہبی اور سیاسی سرگرمیوں پہ قلم اٹھایا ہے تو مولانا مودودی اور جماعتِ اسلامی پر بہت کچھ لکھا۔ یہ الگ بات ہے کہ لکھنے میں بیشتر کا رنگ مخالفانہ ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہاں کا کوئی لکھنے والا بھی مخالفانہ انداز سے لکھ لے، مگر یہ ظلم تو نہ کرے کہ تاریخ کی وادی میں اگر ماؤنٹ ایورسٹ جیسا کوئی وجود موجود ہو تو وہ اسے قلمی جادو کے زور سے غائب کر دے۔

یہ کتاب خلوص و دیانت کے اس معیار پہ پوری نہیں اُترتی جو کسی محقق، ادیب یا مصنف کا اصل سرمایہ ہوتا ہے۔

مسودات کی جانچ پرکھ کی ذمہ داری ناشر پہ بھی آتی ہے۔